# قرآن سے قرآن تک

علامہ محمد حسین عرشی

# قرآن سے قرآن تک

علامہ محمد حسین عرشی



**دوست ایسوسی ایٹس**

پرنٹرز۔ پبلشرز۔ سپلائرز

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور فون : 7122981

1998ء

محمد شاہد عادل نے

زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر

دوست ایسوسی ایٹس اردو بازار لاہور

سے شائع کی۔

قیمت -/320

### بہ نستعین

# دُعائے درویش

عزیز محترم علامہ خالد اسحاق کراچی سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی تحریک و ترغیب سے اس تالیف کا آغاز ہوا اور انہی کے دولت کدہ پر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

حوالوں اور کتابوں کی تحقیق و تلاش میں عزیز گرامی مولانا طاہر سلمہٗ کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔

محترم ماسٹر کریم بخش۔ جن کو میں ماں جائے بھائی سے زیادہ اپنے دل سے قریب محسوس کرتا ہوں۔ میرے بہت سے کراچوی تعلقات کی اساس ہیں۔ فقیر سے اِن کا تعاون تمام، شعبہ ہائے ضروریات، پر منحصر رہا ہے اور رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ عزیز گرامی خواجہ عبد الحفیظ امرتسری (فلیور ٹی کمپنی کراچی) تو گویا فقیر ہی کی آغوش کے پروردہ ہیں۔ اگر ان کا فراخدلانہ دستِ تعاون آگے نہ بڑھتا تو یہ اوراق فقیر کے متعدد اہم مخطوطات کی طرح نذرِ اجل ہو جاتے۔

اے اللہ! ان عزیزوں کو اپنی رحمتِ خاص، اپنے احسانات، عفو و کرم اور اجرِ غیر ممنون سے بہرہ مند فرما۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

عرشی

---

# تعارف

حضرت خواجہ احمد دین امرتسریؒ نے قیامِ پاکستان سے کئی برس پہلے بیان للناس کے نام سے قرآن مجید کی ایک مبسوط تفسیر لکھی تھی، جسے اُمتِ مسلمہ (ہند) امرتسر نے سات جلدوں میں شائع کیا تھا۔ قیام پاکستان کے موقع پر نہ صرف تفسیر کے تمام مجلدات بلکہ اُمتِ مسلمہ کی دوسری مطبوعات کا سٹاک بھی امرتسر ہی میں رہ گیا۔ بیان للناس ایک عرصے سے نایاب ہے اور کسی قیمت پر دستیاب نہیں۔ کاغذ اور دوسرے سامانِ طباعت کی ہوش رُبا گرانی کی وجہ سے اس ضخیم کتاب کو دوبارہ طبع کرنا ممکن نہ ہوا، لیکن یکساں طور پر اس امر کی بھی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ قرآن مجید کے طالب علموں کے لیے عصرِ حاضر کی اس عظیم الشان تفسیر سے استفادے کی کوئی صورت نکل آئے۔ اسی احساس کی بناء پر علامہ عرشی امرتسری نے پیرانہ سالی کے باوجود، بڑی محنت اور عرق ریزی سے بیان للناس کی ایک تلخیص تیار کی ہے، جو "قرآن سے قرآن تک"، کے نام سے، آپ کے سامنے ہے۔ تلخیص کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اصل کتاب کے تمام مطالب، کم سے کم الفاظ میں اس طرح سمیٹ لیے گئے ہیں کہ اس سے اتنا ہی استفادہ کیا جا سکتا ہے، جتنا اصل کتاب کے مطالعے سے ممکن تھا۔

علامہ عرشی کا ذاتی مطالعہ بھی بہت وسیع ہے اور انہیں خواجہ علیہ الرحمہ سے بھی سالہا سال کسبِ فیض کا موقع ملا ہے ان خصوصیات کے پیش نظر بیان للناس کی تلخیص کے لیے اُنہی کا قلم موزوں ترین قلم تھا اور جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ خود ظاہر کرے گا، اُن کی یہ کاوش ہر لحاظ سے کامیاب ہے۔

تلخیص کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ علامہ عرشی نے تقریباً تمام قدیم و جدید تفسیروں سے ایسے مطالب بھی حواشی کی شکل میں[1] لے لیے ہیں، جن سے خواجہ احمد الدینؒ کی تشریح و تعبیر کی تائید نکلتی ہے۔ خواجہ صاحب چونکہ غیر معتبر روایات و اسرائیلیات سے استناد کے قائل نہیں تھے اور تفسیر القرآن بالقرآن کا عقیدہ رکھتے تھے، اس لیے بعض روایات پرست حلقے اُن کے بعض مطالب کو انہی سے مخصوص سمجھتے تھے، لیکن علامہ عرشی نے دوسری قدیم و جدید تفسیروں کے حوالے دے کر یہ عام غلط فہمی بڑی حد تک دُور کر دی ہے۔ تاہم جہاں کہیں خواجہ صاحب کسی تشریح و تعبیر میں منفرد ہیں، تو جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ ثابت کرے گا، اُن کی

---

[1] محترم محمد اقبال صاحب سلمان نے مسودات کو بہ نظرِ غائر دیکھا اور کتاب کی تشکیل و تکمیل میں جو حصّہ لیتے رہے وہ بھی کم اہم نہیں عاجز عابد کے لیے بصمیم قلب دستِ بدعا ہے۔ اَیَّدَھُمُ اللہ تعالیٰ برُوحٍ منہ۔ عابد

[2] بے شک ایسے تمام مطالب حواشی ہی کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ سوچ کر انہیں متن میں شامل کر لیا گیا۔ (عابد)

انفرادیت پوری طرح مدلّل ہے۔ کہیں کہیں مناسب موقع پر تقابل واختلاف کی نشاندہی کے لیے اہل سنّت والجماعت کی مروّجہ متفقہ تفاسیر کے ملخّص بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ علامہ عرشی کی محنت کو شرفِ قبول عطا کرے اور قرآنِ حکیم کے طالب علموں کو اس سے استفادے کی توفیق بخشے۔

یارانِ طریق کی آرزوؤں اور امنگوں کا یہ جہاز مشکلاتِ کتابت وطباعت اور کاغذ کے گردابوں میں گھر چکا تھا، ضعیف و نحیف، کہن سال ملاح ہمت ہار چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اس میں لائے ہوئے جواہرات کا ضیاع منظور نہ تھا۔ پردۂ غیب سے ایک جواں ہمت وجواں سال کھویا نمودار ہوا۔ جس کے عمیق وصحیح عشقِ قرآن اخلاص وایمان اور حرکت وعمل کی قوت نے اس کو سہارا دیا اور ساحلِ مراد تک پہنچانے میں اپنی تمام اہم مصروفیات ومشاغل پر ترجیح دی۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر محمد عیس عابد کی اس فی سبیل اللہ سعی وجہد کو شرفِ قبول بخشے، اور ان کو دنیا وآخرت کی برکات سے بہرہ مند فرمائے ان کے ذوقِ قرآن اور علم وعمل کو اپنی تائیدِ غیبی سے نوازے۔ مرزا محمد حسین مالک کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ (ضلع شیخوپورہ) نے بھی اپنی ٹھکی ہوئی پیری کے باوجود اس کے لیے جو دوڑ دھوپ کی وہ بھی قابلِ ستائش ہے۔ اللہ کریم انہیں اس کا اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

محمد اقبال سلمان مدیر روزنامہ کوئٹہ

۲۶ نومبر ۷۵ء

ہونے میں ہے جیسے آدم خدا کے بندے اور مخلوق تھے۔ اسی طرح عیسیٰ بھی...... جیساکہ فرمایا لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِلّٰہِ (نساء۔۱۷۲) (مسیح کو ہرگز اس سے عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو) پس کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت سے مسیح کے بن باپ ہونے پر استدلال کیا جائے۔ (ص۴)

## "ابنِ مریم"

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت عیسیٰ کو "ابن مریم" کہا گیا ہے۔ اگر ان کے کوئی باپ ہوتا تو ان کی ابنیت باپ کی طرف منسوب ہوتی نہ کہ ماں کی طرف۔"

سید کہتے ہیں —— "یہ دلیل نہایت بودی ہے۔ کیوں کہ جب قرآن نازل ہوا تو حضرت عیسیٰ یہود اور نصاریٰ دونوں میں ابن مریم کے لقب سے مشہور تھے۔ وہی مشہور لقب ان کا قرآن میں بھی بیان کیا گیا (ص۴)

اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مریم اس علاقے کی متوطن تھیں اور ہیکل پر چڑھاوا ہونے کی وجہ سے بھی معروف تھیں اور یوسف وہاں کے اصلی باشندے نہیں تھے۔ اس اجمال کی تفصیل سید کی تفسیر سورۂ آلِ عمران میں انجیل اور مغربی مصنفوں کے حوالوں سے مندرج ہے۔

## وفاتِ مسیح

سر سید کتب ذیل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انسان صلیب پر چڑھا دینے سے مر نہیں جاتا۔

کتاب سطیری کان ص۱۱۱۔ تفسیر انجیل متی از ازہ یحبیریں ص۶۳

اونسطر نیان کی کتاب ص۲۹ جو مسیح کے حالات میں لکھی ہے اور یوسی بیس کی تاریخ کلیسا ص۲۹۱

یہ مصنفین لکھتے ہیں کہ مصلوب کے مرنے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ اس کو چار چار یا پانچ پانچ دن تک صلیب پر لٹکائے رکھتے تھے اور ہاتھ پاؤں کے میخ زدہ چھید دن اور بھوک پیاس اور دھوپ کا صدمہ اٹھاتے اٹھاتے کئی دن میں مرتا تھا۔

حضرت عیسیٰ کو یہودیوں کے تہوار عید فصح پر روز جمعہ بوقت دوپہر صلیب پر چڑھایا گیا۔ ان کی ہتھیلیوں میں کیلیں ٹھوکی گئیں۔ عید فصح کے خاتمے پر سبت شروع ہونے والا تھا۔ مذہب یہود کے مطابق عید فصح کے دن کے ختم ہونے اور سبت کے شروع ہونے سے قبل ہی مصلوب کی لاش کو دفن کرنا ضروری تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے درخواست کی کہ مسیح کی ٹانگیں توڑ کر فی الفور ختم کر دیا جائے۔ لیکن ٹانگیں نہیں توڑی گئیں۔ جب لوگوں نے غلطی سے سمجھ لیا، عیسیٰ مر گئے تو یوسف[1] نے حاکم سے دفن کرنے کی درخواست کی۔ وہ اور عیسائی متعجب ہوئے کہ ایسے جلد مر گئے؟ صرف تین چار گھنٹے صلیب پر رہنے کے بعد دفن کی اجازت مل گئی۔ یوسف نے ان کو لحد میں رکھا اور ایک پتھر سے ڈھانک دیا —— وہ صلیب پر مرے نہ تھے لیکن ایسی حالت طاری ہوئی کہ لوگوں نے مردہ سمجھ لیا۔

---

[1] یوسف ایک دولت مند شخص تھا جس نے پیلاطس (گورنر یروشلم) کی اجازت سے مسیح کی لاش کو دفن کیا تھا۔ (متی) یہ شخص یا تو مسیح کا پیرو تھا یا آپ کے مشن سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اس یوسف کے باغ میں حواریوں نے خفیہ مسیح کا علاج کیا اور تیسرے دن (اتوار) اسے ساتھ لے کر چل دیے۔" معارف القرآن ص۲۵

اس کے بعد سید صاحب نے کئی تاریخی مجرموں کے حوالے دیئے ہیں، جو صلیب پر لٹکائے جانے کے بعد زندہ رہے۔
حضرت علی رض کا جنازہ بھی خوارج کے خوف سے مخفی طور پر دفن کیا گیا۔ حالاں کہ خوارج کا خوف یہود کی بہ نسبت کم تھا۔ بعض شیعہ فرقے کہتے ہیں کہ علی رض آسمان پر چلے گئے ص۴۶

اس مقام پر سید نے وہ آیات نقل کی ہیں جن میں الفاظ "متوفیک[۱] ورافعک" (آل عمران ۵۴) "فلما توفیتنی[۲]" (مائدہ ۱۱۷) "مادمت حیا[۳]" (مریم ۳۲-۳۴) "بل رفعہ[۴] اللہ الیہ" (النساء ۱۵۶) وارد ہوئے ہیں اور ان کی شرح اپنے مذاق کے مطابق کی ہے ـــــ "متوفیک" کے معنی تفسیر کبیر کے حوالے سے "ممیتک" کئے ہیں یعنی "اے عیسیٰ میں (خدا) تجھے موت دینے والا ہوں"۔ یہی معنی دوسری آیت کے ہیں۔ پہلی اور چوتھی آیت میں رفعك (رفعہ) رفع کا لفظ آیا ہے جس سے حضرت عیسیٰ کی قدر و منزلت مقصود ہے نہ کہ ان کے جسم کو اٹھا لینا۔ تفسیر کبیر میں بعض علماء کا قول لکھا ہے کہ لفظ "رفع" تعظیماً اور تفخیماً بولا گیا ہے (ص۴۷-۴۸) (نمت کلمۃ سید فی المسیح)

سید کے بعد ہمارے ملک میں جو عقلیئین ہوئے ہیں، وہ سب کے سب سید سے متاثر ہوئے ہیں۔ انہی میں سے ایک مولوی محمد علی لاہوری بھی ہیں۔ ذیل میں ان کے خیالات ملاحظہ فرمایئے۔

—— ० ——

## وفات مسیح

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ۔ (النساء ۔ ۵۴) اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں (ترجمہ محمد علی)

"متوفیک"۔ توفاہ اللہ ۔ اذا قبض روحہ (تاج العروس) قبض نفسہ (لسان العرب) اس کے کوئی معنی سوائے قبض نفس یا روح کے کسی لغت میں نہیں آئے ۔ خود قرآن نے بھی صراحت فرمائی ہے ۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا (الزمر ۔ ۴۲) ...... توفاہ اللہ میں صرف نفس یا روح کا لینا اہل لغت کا فیصلہ ہے اور اشعار جاہلیت کی، قرآن کریم کی، حدیث کی، علم ادب کی ایک بھی مثال اس کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی صـ ۳۳۰

اگر یہ ممکن ہے کہ ایک شخص مع جسدِ عنصری آسمان پر چلا جائے تو اس پر بروئے لغتِ عرب "توفاہ اللہ" کا محاورہ بولنا جائز نہیں۔ اس کے لیے کوئی اور لفظ چاہیے ...... امام المفسرین حضرت ابن عباس سے خود بخاری میں "متوفیک" کے معنی "ممیتک" مروی ہیں ۔ یعنی تجھے موت دینے والا ہوں صـ ۳۳۱

حضرت مسیح کی وفات کے نام پر بعض لوگ قرآنی تصریحات کے باوجود بہت گھبراتے ہیں ۔ اور اس کو نیا عقیدہ خیال کرتے ہیں ، اور سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف اور احادیث میں حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر ہونے کا ذکر ہے ۔ حالاں کہ قرآن شریف اور حدیث میں حیات مسیح کا مطلق کوئی ذکر نہیں ، بلکہ دونوں جگہ آپ کی وفات کا ذکر ہے اور حیات مسیح پر جو اجماع امت سمجھا جاتا ہے ، اس کا یہ حال ہے کہ چار ائمہ میں سے ایک امام مالک کھلے طور پر وفات مسیح کے قائل ہیں چنانچہ ان کا یہ عقیدہ "عتبیہ" اور "مجمع البحار" میں صاف الفاظ میں لکھا ہوا موجود ہے قال مالک مات ۔ اور باقی تین اماموں میں سے صراحت سے کوئی حیات مسیح کا قائل نہیں ۔ پس اصل عقیدہ اہل سنت والجماعت کا وفات مسیح ہے نہ کہ حیات مسیح ... مسلمانوں کے اس مشہور خیال سے کہ مسیح ؑ زندہ آسمان پر ہیں ، عیسائی فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کر رہے ہیں کہ تمام رسول بروئے قرآن کھانے پینے کے محتاج تھے ۔ مگر مسیح کا جسم ایسا ہے کہ وہ دو ہزار سال سے خورد و نوش کے بغیر آسمان پر زندہ موجود ہے صـ ۳۳۲

## حدیث میں وفات مسیح

کوئی مرفوع حدیث مسیح کے جسدِ عنصری سمیت زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی موید موجود نہیں ہے ۔ بلکہ وفات کی تائید میں حدیثیں ملتی ہیں ۔ مثلاً حدیث معراج میں وفات یافتہ انبیاء کے ساتھ حضور ؐ نے مسیح کو ایک ہی جگہ دیکھا اور وہ مشہور حدیث ، لو کان موسیٰ وعیسیٰ حَیَّیْن لما وسعهما الا اتباعی ۔ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میرا اتباع کرنا پڑتا ، اور وہ حدیث جس میں ہے "اِنَّ عیسیٰ عاش عشرین ومائۃ سنۃ" ۔ عیسیٰ ایک سو بیس برس زندہ رہے ، یہ وہ بات ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ، مجھے جبرئیل نے بتائی ۔ صـ ۳۳۲

## رفع مسیح

رافعك الیَّ (النساء ۵۴) اے مسیح اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں (ترجمہ ایضاً) اس سے مراد قرب و درجہ کی بلندی ہے عربی زبان میں کہتے ہیں نساء مرفوعات اسے نساء مکرمات (لسان العرب) یعنی معزز عورتیں ۔ قرآن میں ہے "خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ" (واقعہ ۔ ۳) قیامت گنہگاروں کو ذلیل اور فرماں برداروں کا رفع کرے گی یعنی ان کے مراتب بلند کرے گی ۔ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ

اَنۡ تُرۡفَعَ (نور-۳۶) یہاں ترفع کے معنی تعظیم ہیں (لسان العرب) یعنی ان گھروں کی تعظیم کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ بِهَا (اعراف-۱۷۶) اگر ہم چاہتے تو آیات کے ذریعے اس شخص کو (مرتبہ کی) بلندی بخشتے تفاسیر میں بھی لکھا ہے۔ رفع الی منازل الابرار (بیضاوی) یا الیٰ منازل العلماء یا الی الجنۃ (فتح البیان) یعنی نیکوں یا علماء کے مقام کی طرف یا جنت کی طرف اسی آیت (رافعك) کے نیچے ابن جریر لکھتے ہیں۔ والرفع یعم معانی کثیر منہا الرّفع فِی المنزلۃ عندہٗ ومنہا رفع الشرف الدنیا ومکارمہا ومنہا الرفع فی الذکر الجمیل والثنا الرفیع یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور مرتبہ بلند، دنیا میں عزت و مکرمت، اچھی شہرت وغیرہ سب رفع میں داخل ہیں۔

## حدیث رفع

حدیث میں رفع کے معنی کا قطعی فیصلہ کیا گیا ہے۔ دو سجدوں کے درمیان جو دعا کی جاتی ہے۔ اس میں یہ لفظ آتا ہے وارفعنی (اے خدا مجھے رفع دے) کیا آج تک کسی کے وہم میں بھی گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جسم سمیت آسمان پر اٹھالے؛ کیا آج تک کوئی غازی اس دعا کے نتیجے میں آسمان پر گیا ہے؟

ترمذی میں ہے یریدالناس ان یضعوہم ویابی اللہ الاان یرفعہم۔ لوگ ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے رفع کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔۔۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مع جسم آسمان پر اٹھالے جانا چاہتا ہے ۔۔۔ تواضع کرو اللہ تمہیں بلند کرے گا۔ فاذاتواضع رفعہ اللہ بالسلسلۃ الی السماء السّابعۃ (کنزالعمال جلد ۲ صـ۲۶) جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے زنجیر کے ساتھ ساتویں آسمان پر رفع کرتا ہے۔ یہاں رفع بھی ہے، ساتواں آسمان بھی اور زنجیر بھی۔ مگر پھر بھی رفع جسم مراد نہیں۔ بلکہ قرب مراد ہے۔

قرآن میں رفع عیسیٰ کا ذکر اللہ کی طرف ہے۔ آسمان کی طرف بالکل نہیں۔ اللہ کوئی جسم نہیں جو آسمان پر ہو۔ اللہ کا مکان میں ہونا بالاتفاق ممتنع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی اللہ یا رب کی طرف جانے کا ذکر ہوتا ہے انتقال جسمانی نہیں بلکہ قرب روحانی مراد ہوتا ہے۔ جیسے ارجعی الی ربك انا الیہ راجعون۔ انی ذاھب الی ربی۔ اتخذ الی ربہ سبیلا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں صفائی سے لکھ دیا ہے۔ رفعہ فی قولہ ورافعك ھوالرفعۃ بالدرجۃ والنقبۃ لا بالمکان والجہۃ۔ یعنی رافعك الیّ سے مراد درجہ اور مرتبہ میں بلندی ہے نہ کہ مکان اور جہت کی بلندی صـ۳۳۳۔

# سورۂ نساء میں ذکرِ مسیحؑ

مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ (نساء ۱۵۷) نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پہ مارا، مگر وہ ان کے لیے اس جیسا بنا دیا گیا۔ (ترجمہ محمد علی) اس کے معنی غلطی سے یوں کئے جاتے ہیں کہ کوئی شخص مسیح کا مشابہ بنا دیا گیا.... الفاظ قرآنی اس مفہوم کو ہرگز برداشت نہیں کرتے ضمیر جو شُبِّہَ میں ہے وہ صرف حضرت مسیح کی طرف جا سکتی ہے، جن کا ذکر چل رہا ہے اور کسی ایسے شخص کی طرف ہرگز نہیں جا سکتی جس کا ذکر قرآن شریف میں کہیں بھی نہیں۔ بلکہ صحیح حدیث میں بھی نہیں جو مسیح کی جگہ قتل و صلیب کی موت سے مرا ہو..... کسی دوسرے مقتول یا مصلوب کا یہاں اشارہ تک نہیں۔

تاریخ بھی نہایت صفائی سے کہتی ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھائے گئے، مگر مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ اترے۔ البتہ.... وہ مصلوب یا مقتول کے مشابہ ہو گئے، مرقس ۱۵: ۲۵ کے مطابق چھ گھنٹے اور یوحنا ۱۹: ۱۴ کے مطابق تین گھنٹے سے بھی کم صلیب پر رہے.... مسیح کو دفن نہیں کیا گیا، بلکہ ایک کھلی جگہ میں رکھ کر سامنے ایک پتھر رکھ دیا گیا، جس سے ہوا اندر جاتی رہی (مرقس ۱۵: ۴۶) حالانکہ جس کو دفن کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے ہوا کے آنے جانے کا راستہ نہیں رکھا جاتا..... تیسرے دن جب مریم مگدلینی وغیرہ آئیں تو پتھر کو دروازہ سے ہٹا ہوا پایا (مرقس ۱۶: ۴) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کو ہٹا کر مسیح کو اندر سے نکالا گیا.... یوحنا ۲۰: ۱۵ اسے ثابت ہوتا ہے کہ مریم مگدلینی نے حضرت مسیح کو دیکھا تو انہیں باغبان سمجھا، جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے بھیس بدلا ہوا تھا، کئی دن بعد جب حواریوں نے مسیح کو دیکھا تو ان کے ہاتھوں پر کیلوں کے زخموں کے نشان باقی تھے۔ (یوحنا ۲۰: ۲۵ سے ۲۸) لوقا ۲۴: ۳۹ ۔ ۴۴ سے ثابت ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حواریوں کے ساتھ مل کر آپ نے مل کر بھونی ہوئی مچھلی اور شہد کھایا ___ جلیل تک پیدل سفر کیا (متی ۲۸: ۱۰)

مسیح صلیب پر چڑھے مصلوب کی طرح مگر مصلوب نہیں ہوئے یعنی صلیب پر مرے نہیں.... یہ تاریخی واقعات ہیں، جن پر ساری انجیلیں متفق ہیں۔ ان سے عیسائیوں پر اتمام حجت ہو سکتا ہے، کیوں کہ یہ اسناد ان کے نزدیک مسلّم ہیں:

اگر ان کے سامنے ایک نئی کہانی بنا کر رکھ دیں کہ ان کا ہم شکل مصلوب ہوا اور وہ آسمان پر چلے گئے، تو اس سے کہانی کا مصنف صرف اپنا دل خوش کر سکتا ہے۔ دوسری قوم پر اتمام حجت نہیں کر سکتا۔ یہ روایت نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، نہ انجیل میں اور نہ کسی تاریخ میں....

اگر کسی کو ہم شکل بنائے بغیر خدا تعالیٰ مسیح کو اٹھا لیتا تو کیا یہودی اس کو آسمان سے پکڑ لاتے، جو خدا نے ایک ہم شکل بنا کر ان کو دھوکے میں ڈال دیا؟ پھر اس روایت کی کئی متضاد شکلیں ہیں:

۱۔ مسیح کے کہنے پر ایک حواری نے ہم شکل ہونا قبول کیا۔ ایک نبی کی شان کے خلاف ہے کہ ایک بے گناہ کو بے ضرورت مروائے۔

۲۔ وہ ایک منافق تھا۔

۳۔ جو پکڑنے آیا تھا وہ ہم شکل بنا دیا گیا۔

تعجب ہے۔ ان دونوں صورتوں میں کوئی واویلا نہ ہوا اور نہ بتایا کہ میں کون ہوں؟

۴۔ یہود نے جب مسیح کو نہ پایا تو خود ہی ایک یہودی کو پکڑ کر صلیب دے دیا تاکہ لوگوں کو پتا نہ لگ جائے کہ مسیح آسمان پہ چلا گیا۔ اور کسی کو قریب نہ آنے دیا۔

یہ سب اٹکل پچو روائیتیں ہیں۔ ایک بات پر اعتراض ہوا تو دوسری بنالی، دوسری پر ہوا تو تیسری بنالی...... آج تک کسی جیل خانے کے مفرور کی نسبت یہ خیال کسی شخص نے نہیں کیا کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہوگا۔ آسمان پر جاتے ہوئے تو ایک شخص نے بھی نہ دیکھا اور یوں ان کے حوالات سے غائب ہو جانے پر سب لوگ سمجھ لیتے کہ ضرور آسمان پر ہی گئے ہیں یہ کس قدر بعید از قیاس ہے۔

خود قرآن سے ثابت ہے کہ جب یہود نے ان کو مصلوب کرنے کی تدبیریں کیں تو خدا نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تجھ کو طبعی موت ماروں گا۔ "فَلَمَّا توفیتنی (جب تو نے مجھے طبعی وفات دی) آسمان پر زندہ لے جانے کا نہ کہیں وعدہ ہے نہ ذکر پس نفی قتل و صلب کر کے مقتول و مصلوب کی شبیہ قرار دے کر اور پھر طبعی وفات کا ذکر کر کے معاملہ صاف کر دیا ہے۔

"ماقتلوہُ یقیناً" (راغب) یعنی اس کے مصلوب ہونے کو علم یقینی کے ساتھ نہیں جانا... کسی دوسرے کے قتل کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ یہود و نصاریٰ دونوں شک میں رہے بقول قرآن "لَفِی شَکٍّ مِنْہُ" کسی کو بھی قتل کا یقین نہیں ہوا۔ تین گھنٹے کے اندر اندر صلیب سے اتر آنا، ٹانگیں نہ توڑا جانا، پیلاطوس کا شک کرنا، پتھر کا ہٹا ہوا پایا جانا۔ حواریوں سے خفیہ ملاقاتیں۔ کیا یہ صریح امور نہیں۔ جن کا لازمی نتیجہ شک ہونا چاہیے۔ جو دونوں گروہوں کے دلوں میں پیدا ہوا۔ اگر وہ آسمان پہ چلے گئے تھے اور ان کا ہم شکل مصلوب ہوا تھا تو شک کیسا اور علم کا نہ ہونا کیا معنی "مالھم بہ من علم الا اتباع الظن" (ان کو کوئی علم نہیں۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں۔ النساء۔۱۵۷) تفصیل کے لیے دیکھئے ص۵۷۵ تا ۵۷۹

"واذ قال یاعیسٰی... الخ (مائدہ ۱۱۶ تا ۱۱۹) جب اللہ نے عیسیٰ سے کہا "اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنالو"؟ کہا "تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں؟ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو مخفی رکھتا ہے کیوں کہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے انہیں کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا، کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں ان پہ گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو، تو ہی ان پر نگہبان تھا...... الخ (ترجمہ محمد علی)

یہ کلام عالم برزخ کا ہے، جو نزول قرآن سے پہلے ہو چکا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اس کی تفسیر میں حدیث ہے کہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے بعض لوگوں کو دوزخ کی طرف جاتے دیکھیں گے۔ آگے لفظ ہیں "فاقول کما قال العبد الصالح" میں کہوں گا جیسے عبد صالح یعنی عیسیٰ نے کہا — یہاں اپنے لیے صیغہ مضارع (اقول) اور عیسیٰ کے لیے صیغہ ماضی (قال)